امام طحاویؒ کے تفردات (شرح معانی الآثار کی روشنی میں)

محمد عرفان احمد سلاٹ
ریسرچ اسکالر شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

ABSTRACT:

"Uniqueness of Sharha Maani Alaasar"

During third century of Hijra a great many number of books on Hadees were compiled and authored. The most authentic collection of Hadees known as "Sihah-e-Sitta" (the six authentic books) was also appeared during the same area. All four faiths i.e. Hanafi, Shafaee, Maliki and Hanbalee were also in practice. The size of competition work can be estimated by the example of a title "Mo'ta" under which almost seventy books were authored of which imam Maliks work in more famous however there was a lack of such collection of Hadees in which selection was made not only in support of compiler's own faith but it also persecuted other faiths and the opinion in made only after cross examinations.

Imam Abu Jafar Ahmed bin Tahavi was the first who authored such a unique book which was matchless during his life time and afterwards. Born in third century Hijra Imam Tahavi selected a difficult path which was generally no followed by most authentic compilers like Imam Bukhari and

Imam Tirmizi many of the writers and authors are seen based to Hanifi faith and tried to ignore Imam Abu Hanifa. Imam Tahavi persecuted his work impartially and was largely praised and commended.

The write of this article has written a preface followed by an introduction of life and work of Imam Tahai. The next part is consisting of explaining distinctive features of Imam's book some important questions from Imam's books in Urdu, mostly translated by the writer, are also included. Research methodology is applied in writing this article and tried his level best to present the content into easy and simple language. It is divided into proper titles, headings and sub-headings. Bibliography and notes along with references are given at the end.

اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد اپنے پسندیدہ دین، "دین اسلام" کی خدمت کے لیے جن نفوسِ قدسیہ کو قبول فرمایا وہ آج مجتہدین، فقہاء اور محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نام سے جانے جاتے ہیں، یہ وہی حضرات ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال، تقاریر واحوال کو باقاعدہ کتابی صورت میں مدون کیا اور یوں اُمتِ مرحومہ کیلئے قرآن کریم کی عملی صورت یعنی اُسوۂ حسنہ پر عمل کو آسان کیا، یہ تیسری صدی ہجری کی بات ہے جب باقاعدہ طور پر کتب احادیث تصنیف کی جانے لگیں، اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک قابل قدر ذخیرۂ حدیث مدون ہو کر دنیا کے مختلف ممالک میں منظر عام پر آنے لگا صرف موطا امام کی تقریباً ستر سے زائد کتب حدیث تصنیف کی گئیں، جن میں مشہور ترین حضرت امام مالک و حضرت امام محمد علیہما الرحمۃ کی "موطا" ہیں، اس کے علاوہ صحاح ستہ نامی علمی ذخیرہ بھی وجود میں آیا، اسی زمانے میں امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند لکھی۔ مذاہب اربعہ (فقہ حنفی، شافعی، مالکی و حنبلی) وجود میں آچکے تھے اور تمام دنیا میں اپنی نورانی کرنوں سے دین اسلام کی شمع کو روشن کر رہے تھے، مگر اس وقت تک کوئی ایسا مجموعہ حدیث منظر عام پر نہیں آیا تھا جس میں نہ صرف یہ کہ اپنے موقف کی تائید میں احادیث کو جمع کیا گیا ہو بلکہ اپنے مقابل کے موقف کو بیان کر کے اس کی تضعیف وجرح کی گئی ہو۔

اسی تیسری صدی ہجری میں امام طحاوی کی پیدائش ہوئی جنہوں نے علوم اسلامیہ کی تکمیل کے بعد ایک ایسی کتاب تصنیف کی کہ جس میں تحقیق وتنقید کے جن اصولوں کو اپنایا گیا تھا (اُن کا بیان آئندہ صفحات میں آئے گا) وہ اس سے پہلے کسی نے نہ اپنائے

تھے، امام بخاری نے مذہب شافعی کے موافق احادیث کا ایک مجموعہ پیش کیا مگر اس میں جابجا مذہب حنفی سے بے جا تعصب کی بو آتی ہے خصوصاً جب وہ آئمہ کی کسی مسئلہ کے بارے میں آراء کو ذکر فرماتے ہیں تو امام اعظم کا نام بیان کرنے کی بجائے ان کیلئے انتہائی غیر مناسب کلمات (یعنی بقال بعض الناس) کا استعمال کرتے ہیں، یہی کچھ حال ہمیں امام ترمذی کی سنن میں بھی نظر آتا ہے مگر تاہم انہوں نے پوری سنن ترمذی میں چار مرتبہ امام اعظم کو ابوحنیفہ کے نام سے ذکر کیا ہے، ہم جانتے ہیں کہ ایک محقق کو منصف ہونا چاہیے متعصب نہیں ہونا چاہیے مگر افسوس کہ ان مذکورہ کتب میں ایسا ہی ہوا جو نہیں ہونا چاہیے تھا مختصر یہ کہ امام طحاوی نے محض محققانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے بغیر کسی تعصب کے ایک ایسی محقق و جامع کتاب فن حدیث میں تصنیف کی کہ اپنے تو اپنے غیر بھی اسی کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء، یہی وجہ ہے کہ ہم نے ان صفحات میں امام طحاوی اور ان کی کتاب شرح معانی الآثار پر اُصول تحقیق کی روشنی میں کچھ لکھنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اُمید واثق کہ مقبول ہوگی۔ زیر نظر موضوع میں جو کام کیا گیا ہے اس کی مختصر تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ مقدمہ، جس میں موضوع سے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔
۲۔ امام طحاوی کا تعارف (نام، نسب، تعلیم، شیوخ و تلامذہ وغیرہ)۔
۳۔ شرح معانی الآثار کی وجہ تصنیف و خصوصیات۔
۴۔ حسب ضرورت اصل کتاب سے کچھ مثالیں پیش کی گئی ہیں۔
۵۔ چونکہ اکثر مواد عربی میں تھا لہٰذا عربی عبارات کو نقل کرنے کی بجائے صرف اس کے ترجمہ کو لکھا گیا ہے، نیز عربی سے اردو میں ترجمہ سوائے چند ایک مقامات کے خود کیا ہے۔
۶۔ مافی الضمیر کو حتی المقدور آسان الفاظ میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
۷۔ اُصول تحقیق کو ممکنہ طور پر اس موضوع میں لاگو کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
۸۔ عنوانات قائم کیے گئے ہیں تاکہ پڑھتے وقت قاری کی دلچسپی برقرار رہے۔
۹۔ فہرست موضوعات و کتابیات مع مصنفین و مطابع بنائی گئی ہے۔
۱۰۔ آخر میں حواشی و حوالہ جات کی فہرست بیان کی گئی ہے۔

تلک عشرۃ کاملۃ

امام ابوجعفر احمد طحاوی علیہ الرحمۃ (۲۳۹۔۳۲۱ھ)

نام و نسب:

نام احمد، کنیت ابوجعفر، والد کا نام محمد ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبدالملک بن سلمہ بن سلیم بن سلیمان بن جواب ازدی حجری طحاوی مصری حنفی۔

ازد: یمن کا ایک طویل الذیل قبیلہ ہے اور حجر اسکی ایک شاخ ہے۔ حجر نام کے تین قبائل تھے۔ (۱) حجر بن وحید (۲) حجر

ذی امین، اور (۳) حجر از د۔ اور از د نام کے بھی دو قبیلے تھے: (۱) از د حجر، (۲) از د شنوءہ۔ لہذا امتیاز کیلئے آپ کے نام کے ساتھ دونوں ذکر کر کے ازدی حجری کہا جاتا ہے۔ آپ کے آباء و اجداد فتح اسلام کے بعد مصر میں آباد ہو گئے تھے لہذا آپ مصری کہلائے۔(۱)

ولادت وتعلیم

''طحا'' نام کی بستی مصر میں وادی نیل کے کنارے آباد تھی، آپ کی ولادت اسی بستی میں ہوئی، اس لئے آپ کو ''طحاوی'' کہا جاتا ہے۔ تاہم سن ولادت میں ۲۸۸، ۲۲۹، ۲۲۷، ۲۳۸، ۲۳۹ھ وغیرہ اقوال نقل کیے گئے ہیں، حاجی خلیفہ و شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ۲۸۸ھ کا قول نقل کیا ہے۔ جبکہ عمر رضا کحالہ اور ابو محمد عبدالقادر نے ودیگر نے ۲۲۹ھ کا قول نقل کیا ہے۔ ابو عبداللہ شمس الدین ذہبی وغیرہ نے ۲۳۰ھ، ۲۲۷ھ، اور ۲۳۸ھ کے اقوال بھی نقل کیے ہیں۔(۲) جبکہ مشہور قول ۲۳۹ھ کا ہے، جسے خیر الدین زرکلی، ابن حجر عسقلانی اور بعد کے محققین نے نقل کیا ہے۔(۳) امام طحاوی طلب علم کیلئے مصر آئے اور یہاں اپنے ماموں ابو ابراہیم اسمٰعیل بن یحییٰ مزنی سے تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہوئے، مزنی امام شافعی کے اجل تلامذہ اور اصحاب میں تھے۔ آپ نے اپنے ماموں مزنی کی درسگاہ کے بعد مصر کے شہرۂ آفاق استاذ ابو جعفر احمد بن ابی عمران موسیٰ بن عیسیٰ سے فقہ حنفی کی تحصیل شروع کی، فقہ حنفی پر انکو کامل دستگاہ حاصل تھی اور صرف دو واسطوں سے ان کا سلسلہ امام اعظم سے مل جاتا ہے۔ اس طرح امام طحاوی کی سند فقہ اس طرح ہے: عن أحمد بن أبي عمران عن محمد بن سماعة عن أبي يوسف عن أبي حنيفة.(۴)

اساتذہ

مصر کے بعد آپ نے ملک شام، بیت المقدس، غزہ اور عسقلان کے مشائخ سے سماعت کی، دمشق میں ابو حازم عبدالحمید قاضی دمشق سے ملاقات کی اور ان سے فقہ حاصل کی۔ اسکے بعد مصر واپس تشریف لائے اور جس قدر مشائخ حدیث آپ کی حیات میں مصر آئے ان سب سے امام طحاوی نے علم حدیث میں استفادہ کیا۔ چند اساتذہ کے نام یہ ہیں:

(۱) سلیمان بن شعیب کیسانی (۲) ابو موسیٰ یونس بن عبدالاعلیٰ (۳) ہارون بن سعید ایلی (۴) ابراہیم بن ابی داؤد برلسی (۵) احمد بن قاسم کوفی (۶) احمد بن داؤد سدوسی (۷) احمد بن سہل رازی (۸) جعفر بن سلمی (۹) حسن بن عبدالاعلیٰ صنعانی (۱۰) صالح بن شعیب بصری (۱۱) محمد بن جعفر فریابی (۱۲) ہارون بن محمد عسقلانی (۱۳) یحییٰ بن عثمان سہمی (۱۴) عبدالغنی بن رفاعہ وغیرہم۔(۵)

تلامذہ

آپ کی علمی شہرت دور دراز علاقوں میں پھیل گئی تھی، حدیث وفقہ کی جامعیت نے آپکو طلبہ کا مرجع بنادیا تھا، لہذا دور دراز سے تشنگان علم آتے اور سیراب ہو کر جاتے۔ بے شمار لوگوں نے پڑھا اور صاحب کمال ہو گئے چند نام یہ ہیں:

(۱) ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی صاحب معاجم ثلاثہ (۲) ابو عثمان احمد بن ابراہیم (۳) احمد بن عبدالوارث زجاج (۴) احمد بن محمد دامغانی (۵) ابو محمد حسن بن قاسم (۶) عبدالرحمٰن بن اسحٰق جوہری وغیرہم۔

تبدیلی فقہ

ابتداء میں آپ امام شافعی کے مسلک پر رہے پھر فقہ حنفی کے متبع ہو گئے تھے۔ لیکن حیرت ہے کہ اکثر شوافع نے اسکی وجہ بیان کرتے ہوئے غیر محققانہ رویہ اختیار کیا اور ایک دوسری غلط وجہ بیان کر ڈالی نیز ان کی بیان کردہ وجہ میں تعصب کی بو بھی آتی ہے جو کچھ انہوں نے بیان کیا وہ یہ ہے کہ ایک دن (دوران تعلیم ان کے ماموں مزنی ان پر ناراض ہوئے اور) انہوں نے آپ سے کہا: تم سے کچھ نہ ہو سکے گا، امام طحاوی اس بات پر ناراض ہو گئے اور جا کر ابو عمران حنفی سے پڑھنا شروع کر دیا۔ (۶) لیکن استاد کا شاگرد پر محض ناراض ہونا کوئی اتنی اہم اور شدید بات نہیں جس کی وجہ سے مسلک وفقہ بدلنا پڑے، اصل بات کیا تھی؟ اس کا ذکر عبدالعزیز پرہاروی نے مختصر اور فقیر محمد جہلمی نے ذرا تفصیل سے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے کہ: ''ایک دن اپنے ماموں سے پڑھ رہے تھے کہ آپ کے سبق میں یہ مسئلہ آیا کہ اگر کوئی حاملہ عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو برخلاف مذہب امام ابوحنیفہ کے امام شافعی کے نزدیک عورت کا پیٹ چیر کر بچہ نکالنا جائز نہیں۔ آپ اس مسئلہ کے پڑھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ میں اس شخص کی ہرگز پیروی نہیں کرتا جو مجھ جیسے آدمی کی ہلاکت کی کچھ پرواہ نہ کرے۔ کیونکہ آپ اپنی والدہ کے پیٹ ہی میں تھے کہ آپ کی والدہ فوت ہو گئی تھیں اور آپ پیٹ چیر کر نکالے گئے تھے۔ یہ حال دیکھ کر آپ کے ماموں نے آپ سے کہا: خدا کی قسم تو ہرگز فقیہ نہیں ہوگا۔ پس جب آپ خدا کے فضل سے فقہ وحدیث میں امام بے عدیل اور فاضل بے مثل ہوئے تو اکثر کہا کرتے تھے: کہ میرے ماموں پر خدا کی رحمت نازل ہو اگر وہ زندہ ہوتے تو اپنے مذہب شافعی کے بموجب ضرور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے۔ (۷)

علمی مقام

آپ حفظ حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ واجتہاد میں بہت بلند مقام پر فائز تھے آپ کا شمار اعاظم مجتہدین میں ہوتا ہے چنانچہ ملا علی قاری نے آپ کو طبقہ ثالثہ کے محدثین میں شمار کیا ہے فرماتے ہیں: ''اس سے مراد وہ مجتہدین ہیں جو ان مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جن میں صاحب مذہب سے کوئی روایت منقول نہ ہو۔ جیسے ابوبکر خصاف، ابوجعفر طحاوی، ابوالحسن کرخی، شمس الائمہ سرخسی فخر الاسلام بزدوی فخر الدین قاضی خاں وغیرہم۔ یہ لوگ امام اعظم سے اصول وفروع میں مخالفت نہیں کرتے البتہ حسب اصول وقواعد ان مسائل کا استنباط کرتے ہیں جن میں صاحب مذہب سے کوئی نص نہ ہو۔

حق گوئی

امام طحاوی حق گو نڈر اور بے باک شخصیت کے مالک تھے بغیر کسی لاگ لپیٹ کے اور نتائج کی پرواہ کئے بغیر کلمہ حق کہتے اور اس پر قائم رہتے آپ قاضی ابوعبید کے نائب تھے لیکن انکو ہمیشہ صحیح روش کی تلقین کرتے رہتے تھے، ایک مرتبہ قاضی صاحب سے فرمایا: وہ اپنے کارندوں کا محاسبہ کیا کریں، قاضی صاحب نے جواب دیا: اسمٰعیل بن اسحاق اپنے کارندوں کا حساب نہیں لیتے تھے، امام طحاوی نے فرمایا: قاضی بکار اپنے کارندوں کا محاسبہ کیا کرتے تھے۔ قاضی صاحب نے پھر اسمٰعیل کی مثال دی، امام طحاوی نے فرمایا: حضور ﷺ اپنے کارندوں کا محاسبہ کیا کرتے تھے اور اس سلسلہ میں اللتبیہ کا قصہ سنایا۔ جب کارندوں کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ غضبناک ہو گئے اور انہوں نے قاضی کو امام طحاوی کے خلاف بھڑکانا شروع کیا یہاں تک کہ قاضی امام طحاوی کے مخالف ہو گئے۔ اسی

اثناء میں قاضی معزول کر دیے گئے۔ جب امام طحاوی نے معزولی کا پروانہ پڑھا تو کچھ لوگ کہنے لگے: آپ کو مبارک ہو۔ آپ یہ سنکر سخت ناراض ہوئے اور کہنے لگے: قاضی صاحب بہر حال ایک صاحب علم آدمی تھے، اب میں کس کے ساتھ علمی گفتگو کیا کرونگا۔(۸)

فضل وکمال

امام طحاوی کے فضل وکمال، ثقاہت ودیانت کا اعتراف ہر دور کے محدثین مؤرخین نے کیا ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں:

''امام طحاوی کی ثقاہت، دیانت علم حدیث میں ید طولی اور حدیث کے ناسخ ومنسوخ کی مہارت پر اجماع ہو چکا ہے۔''

ابو سعید بن یونس'' تاریخ علماء مصر'' میں لکھتے ہیں: ''آپ صاحب ثقاہت اور صاحب فقہ تھے آپکے بعد کوئی آپ جیسا نہیں ہوا'' حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں: ''طحاوی حنفی المذہب ہونے کے باوجود تمام فقہی مذاہب پر نظر رکھتے تھے''۔ ابن جوزی فرماتے ہیں: ''آپ ثقہ، ثبت اور فہیم تھے'' امام ذہبی نے فرمایا: ''آپ فقیہ، محدث، حافظ، زبردست امام اور ثقہ تھے۔ امام سیوطی فرماتے ہیں: آپ امام، علامہ، حافظ، صاحب تصانیف، ثقہ ثبت فقیہ ہیں، آپ کے بعد آپ جیسا کوئی دوسرا نہ ہوا''

جب عبد الرحمن بن اسحاق معمر جوہری مصر کے عہدہ قضا پر متمکن ہوئے تو وہ آپ کے ادب واحترام کا پورا پورا خیال رکھتے تھے، سواری پر ہمیشہ انکے بعد سوار ہوتے۔ جب ان سے اس کا سبب پوچھا گیا تو کہنے لگے: ''امام طحاوی مجھ سے گیارہ برس بڑے ہیں، اور وہ مجھ سے اگر گیارہ گھنٹے بھی بڑے ہوتے تو پھر بھی ان کا احترام لازم تھا، کیونکہ عہدہ قضا کوئی ایسی بڑی چیز نہیں جسکی وجہ سے میں امام طحاوی جیسی شخصیت کے مقابلہ میں فخر کر سکوں''(۹)

وصال

بانوے (۹۲) سال کی عظیم عمر اور پرشکوہ زندگی گذارنے کے بعد آپ نے یکم ذی قعدہ ۳۲۱ھ میں وصال فرمایا۔ قبر شریف ''قرافہ'' میں ہے جو مصر کے اماکن متبرکہ میں سے ہے۔ شارع شافعیہ سے دائیں جانب شارع طحاویہ کے سامنے ایک گنبد کے نیچے آپ آرام فرما ہیں۔ مزار پر تاریخ وصال کندہ ہے اور ایک خاص عظمت برستی ہے۔(۱۰)

تصانیف

آپکی تصانیف کثیر تعداد میں ہیں، بعض کتابوں میں تقریباً تیس کی فہرست ملتی ہے، ان میں تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، کلام، رجال اور مناقب پر کتب بھی شامل ہیں ان میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں: (۱) احکام القرآن (۲) مشکل الآثار (۳) شرح معانی الآثار (۴) کتاب الشروط (۵) اختلاف العلماء (۶) شروط الصغیر (۷) الشروط الاوسط (۸) مختصر الطحاوی فی الفقہ (۹) النوادر الفقہیہ (۱۰) کتاب النوادر والحکایات (۱۱) حکم ارض مکہ (۱۲) حکم الفئی والغنائم (۱۳) نقض کتاب المدلسین (۱۴) کتاب الاشربہ (۱۵) الرد علی عیسیٰ بن ابان (۱۶) الرد علی ابی عبید (۱۷) اختلاف الروایات (۱۸) الرزیۃ (۱۹) شرح الجامع الکبیر (۲۰) شرح الجامع الصغیر (۲۱) کتاب المحاضر والسجلات (۲۲) کتاب الوصایا والفرائض (۲۳) کتاب التاریخ الکبیر (۲۴) اخبار ابی حنیفہ (۲۵) عقیدۃ الطحاوی (۲۶) تسویۃ بین اخبرنا وحدثنا (۲۷) سنن الشافعی اور (۲۸) صحیح الآثار وغیرہ شامل ہیں۔(۱۱)

شرح معانی الآ ثار اور تحقیقی خصوصیات

شرح معانی الآ ثار کے بارے میں علامہ اتقانی نے فخر سے کہا تھا: جو شخص طحاوی کی علمی مہارت کا اندازہ کرنا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ وہ شرح معانی الآ ثار کا مطالعہ کرے۔ مسلک حنفی تو الگ رہا کسی مذہب سے بھی اس کتاب کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔(۱۲)

اس کتاب سے امام طحاوی کا مقصد صرف احادیث کو جمع کرنا نہیں تھا بلکہ ان کے سامنے اصل مقصد احناف کی تائید اور یہ ثابت کرنا تھا کہ امام اعظم کا موقف کسی جگہ بھی احادیث کے خلاف نہیں۔ اور جو روایات بظاہر امام اعظم کے مسلک کے خلاف ہیں وہ یا ماؤول ہیں یا منسوخ۔ اس تصنیف میں امام طحاوی متعدد جگہ پر احادیث پر فنی حیثیت سے کلام کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ کتاب روایت اور درایت کی جامع ہے اور جن خوبیوں اور محاسن پر یہ کتاب مشتمل ہے صحاح ستہ کی تمام کتب ان سے خالی ہیں، جیسا کہ آئندہ صفحات میں اُمہات کتب حدیث میں شرح معانی الآ ثار کا مقام کے تحت اسے ذکر کیا جائے گا۔

سبب تالیف

> ”شرح معانی الآ ثار“ کی تصنیف کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا کہ مجموعۂ حدیث کی کتب میں ایک اور کتاب کا اضافہ کر دیا جائے یا فقہ حنفی کے موافق احادیث و روایات پر مشتمل ایک مجموعہ تیار کر لیا جائے، جیسے دیگر محدثین کرام کی دأب رہی ہے مثلاً موطا امام مالک، مسند احمد بن حنبل وغیرہ جیسی کتب پہلے ہی علمی دنیا میں اپنی حیثیت کا لوہا منوا چکی تھیں۔ بلکہ اُن کا مقصد فقہ حنفی میں ایک ایسی جامع و محقق تصنیف تھا جس کے ذریعہ فقہ حنفی کی تائید نقلاً و عقلاً ثابت ہو سکے۔ آپ اپنی اس تصنیف کا سبب خود بیان کرتے ہوئے اس کے مقدمہ میں فرماتے ہیں: ”مجھ سے بعض اہل علم حضرات نے فرمائش کی کہ میں ایسی کتاب تصنیف کروں جس میں احکام سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان احادیث کو جمع کروں جو بظاہر متعارض ہیں اور چونکہ ملحدین اور مخالفین اسلام اس ظاہری تعارض کی وجہ سے اسلام پر طعن کرتے ہیں اس لئے ان متعارض روایات میں تطبیق دینے کیلئے علماء اسلام کی ان تاویلات کا ذکر بھی کروں جو کتاب وسنت، اجماع اور اقاویل صحابہ سے مؤید ہیں اور جو روایات منسوخ ہو چکی ہیں ان کے نسخ پر دلائل پیش کروں تا کہ احادیث نبویہ کے درمیان تعارض نہ رہے اور طعن مخالفین سے یہ روایات بے غبار ہو جائیں“(۱۳)

تفردات شرح معانی الآ ثار

تمام امہات کتب حدیث میں امام طحاوی کا طرز سب سے منفرد اور دلچسپ ہے وہ ایک باب کے تحت پہلے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث وارد کرتے ہیں پھر ذکر کرتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے۔ اس کے بعد ذکر کرتے ہیں کہ احناف کثر ہم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں اختلاف کرتے ہیں اور ان کی دلیل ایک اور حدیث ہے جو اس حدیث کے مخالف ہے پھر اس حدیث کے متعدد طرق ذکر کرتے ہیں آخر میں مذہب احناف کو تقویت دیتے ہیں۔ دونوں حدیثوں کا الگ الگ

محل بیان کر کے تعارض دور کرتے ہیں اور کبھی پہلی حدیث کی سند کا ضعف ثابت کر کے دوسری حدیث کو ترجیح دیتے ہیں اور بعض اوقات پہلی حدیث کا منسوخ ہونا واضح کر دیتے ہیں۔ نیز انہوں نے ہر باب میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ احناف کی تائید کرنے کیلئے آخر میں ایک عقلی دلیل پیش کی جائے۔ اور اگر مسلک احناف پر کوئی اشکال وارد ہوتا ہو تو اس کو بھی دور کرتے ہیں۔

ذیل میں "شرح معانی الآثار" کی ان خصوصیات کا ذکر کیا جاتا ہے جنہیں صاحب کتاب و دیگر محدثین و محققین نے بیان کیا ہے بالخصوص بدرالدین عینی شارح شرح معانی الآثار نے جو خصوصیات اپنی "شرح مغب الافکار" میں بیان کی ہیں:

(۱) حسن ترتیب: سیدنا امام طحاوی علیہ الرحمہ کا طرز تحریر مجتہدانہ، محققانہ، اور محدثانہ ہے۔ آپ کی تحقیق و استدلال کی شان نرالی ہے، کتاب کی ترتیب نہایت عمدہ ہے، حدیث وفقہ کے علاوہ تفسیر و قراءت کی اہم ابحاث کو لطیف پیرائے میں پیش کیا گیا ہے۔

(۲) قوی السند روایات: صحاح ستہ میں جو احادیث ضعیف اسناد سے مروی ہیں انہیں امام طحاوی نے متعدد قوی اسناد سے نقل کیا ہے۔ نیز صحیح روایات کی تحقیق و جستجو میں دقتِ نظر سے کام لیا گیا ہے۔ جس کے باعث طحاوی شریف میں بہت سی احادیث صحیحہ ایسی موجود ہیں جو کہیں دوسری کتب میں نہیں ملتیں۔

(۳) بیان مسالک: تمام سادات ائمہ کے مسالک تفصیلاً بیان فرماتے ہیں۔

(۴) بیان دلائل: سادات ائمہ کے دلائل نقل کرنے کے بعد دلائل حنفیہ کو تفصیلاً تحریر کرتے ہیں۔

نیز وجوہ ترجیح سے مسلک الحق (مسلک حضرات حنفیہ) کی مزید تائید فرماتے ہیں۔

(۵) صحاح ستہ میں جو احادیث "منقطع" ہیں یا "موقوف" یا "مرسل" ہیں انہیں امام طحاوی علیہ الرحمہ "متصل" اور "مرفوع" اسناد سے لانے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۶) معانی الآثار، حضرات صحابہ اور سادات تابعین علیہم الرضوان کے آثار کا ایک گرانقدر ذخیرہ ہے۔ بہت سے ایسے آثار آپ نے نقل فرمائے ہیں جن سے دوسری کتب احادیث خاموش ہیں۔

(۷) احادیث کے علل پر مطلع کرتے ہوئے اُن کی حیثیت متعین فرماتے ہیں۔ نیز روایات کی قوت وضعف کو درایت حدیث کی کسوٹی پر پرکھتے ہوئے اپنی ماہرانہ رائے دیتے ہیں۔

(۸) تطبیق: متعارض احادیث میں تطبیق دے کر مسلک حنفیہ کو راجح قرار دیتے ہیں۔

ہم ایک مثال دیتے ہیں کہ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث روایت کی۔

عن ابی هريرة يقول سمعت رسول الله ﷺ يقول: لاصلاة لمن لا وضوء له ولا وضوء له لمن لم يذكر اسم الله عليه.

یعنی نہ بغیر وضو کے نماز صحیح ہے اور نہ بغیر بسم اللہ کے وضو۔

پس آپ فرماتے ہیں:

فذهب قوم إلى ان من لم يسم على وضوء الصلاة فلا يجزيه وضوؤه واحتجوا في ذلك بهذه الآثار.

یعنی ، ایک قوم کا یہی مذہب ہے کہ وضو بغیر بسم اللہ کے صحیح نہیں ہے۔

پھر لکھتے ہیں:

وخالفهم في ذلك آخرون فقالوا من لم يسم على وضوئه فقد أساء وقد طهر بوضوئه ذلك واحتجوا في ذلك بما حدثنا.

یعنی بعض دوسرے حضرات (احناف) نے ان لوگوں کے ساتھ اختلاف کیا ہے،اُن کا کہنا ہے کہ جس شخص نے وضو سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھی اُس نے اچھا نہیں کیا لیکن اس کا وضو صحیح ہے اور ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

یعنی مہاجر بن قنفذ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضورﷺ کو وضو کرتے وقت سلام کیا حضور نے ان کے سلام کا جواب وضو سے فارغ ہوکر دیا اور فرمایا مجھے تمہارے سلام کا جواب دینے سے اس کے علاوہ کوئی اور چیز مانع نہیں تھی کہ میں بغیر وضو کے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو پسند نہیں کرتا ہوں۔اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد امام طحاوی فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضورﷺ نے اس وضو سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھی کیونکہ آپ نے بغیر وضو کے اللہ تعالیٰ کے ذکر کو جو سلام کی صورت میں تھا، ناپسند فرمایا۔اور حضورؐ کے فرمان ''لاوضوء لمن لم یسم'' کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ایک یہ کہ بسم اللہ کے بغیر وضو اصلاً صحیح نہیں، دوسرا یہ کہ بسم اللہ کے بغیر وضو کامل نہیں ہوتا اور یہی معنی مناسب ہے تاکہ دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہے۔پھر اس معنی پر مزید قرائن بیان کرتے ہوئے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث روایت کرتے ہیں کہ حضورﷺ نے فرمایا وہ شخص مسکین نہیں جس کو ایک کھجور دی یا دو کھجوریں یا ایک لقمہ یا دو لقمے لوٹا دیں۔اس حدیث سے آپﷺ کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فی نفسہ مسکین ہی نہیں ہے بلکہ آپﷺ کا مقصد یہ ہے کہ وہ مسکین کامل نہیں ہے۔اسی طرح ایک اور حدیث روایت کرتے ہیں کہ وہ شخص مسلمان نہیں جو رات سیر ہوکر گذارے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔اس حدیث کا بھی یہ مطلب نہیں کہ ایسا شخص مسلمان نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص کامل مسلمان نہیں ہے۔پھر امام طحاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ان قرائن کے پیش نظر لاوضوء لمن لم یسم کو بھی اسی معنی پر محمول کرنا چاہئے کہ جو شخص وضو سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو کامل نہیں ہے۔تاکہ احادیث آپس میں متعارض نہ رہیں۔

(۹) بیان نسخ یعنی جب دو متعارض حدیثوں میں کسی ایک حدیث کے بارے میں نسخ کی دلیل مل جائے تو امام طحاوی اس کے منسوخ کی تصریح کردیتے ہیں۔نسخ پر مطلع ہونے کے لئے کتاب الآ ثار یقینا ایک علمی مجموعہ ہیں۔جس کی مثال ہم پیش کررہے ہیں کہ امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول توضؤوا مما مست النار.

یعنی حضورﷺ نے فرمایا آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

اس حدیث کو اختلاف الفاظ کے ساتھ متعدد طرق سے روایت کرنے کے بعد امام طحاوی علیہ الرحمہ ایسی احادیث روایت کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا مثلاً آپ روایت فرماتے ہیں کہ :

عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه و سلم اكل ثور اقط فتوضا ثم اكل بعده كتفا فصلى ولم يتوضا فثبت بما ذكرنا ان آخر الأمرين من رسول الله صلى الله عليه و سلم هو ترك الوضوء مما غيرت النار و ان ما خالف ذلك فقد نسخ بالفعل الثانی.

یعنی ،حضرت ابوهریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ؟ نے پنیر کا ٹکڑا کھایا اور دوبارہ نیا وضو کیے بغیر نماز پڑھی ، امام طحاوی فرماتے ہیں ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ حضور ؟ کا آخری عمل آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو ترک کرنا تھا اور جو روایات اس کے مخالف ہیں وہ سب منسوخ ہیں۔

(۱۰) وجہ نظر : حکمت و فراست میں امام طحاوی علیہ الرحمہ بے مثال واقع ہوئے ہیں۔ شریعت مطہرہ اور احکام فقہیہ کو دلائل نظر سے جس عمدگی کے تحت آپ علیہ الرحمہ نے زیرِ حکمت ثابت کیا ہے وہ حضرت کا ہی کارنامہ ہے۔ اور اس شان میں آپ یکتا ہیں۔ متاخرین سادات محدثین نے اس شعبہ میں آپ کو امام فن تسلیم کیا ہے۔

(۱۱) جرح :یعنی متعارض روایات میں سے کسی ایک روایت کو فیصلہ کن قرار دینے کے لئے بعض اوقات امام طحاوی فن رجال سے کام لیتے ہیں اور متضاد روایات میں سے کسی بھی ایک روایت کو باعتبار اسناد کے مرجوح قرار دیتے ہیں ، اور دوسری روایت کو راجح اور استنباط حکم کیلئے اصل قرار دیتے ہیں ۔ جس کی ایک مثال ہم پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ شافعیہ کا مسلک ہے کہ شرمگاہ کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، امام طحاوی نے اس کتاب میں اس حدیث کی تمام احادیث پر جرح کی اور ثابت کیا کہ اس حدیث کی تمام اسانید کمزور اور مجروح ہیں ، جس کی وجہ سے یہ حدیث استدلال کے قابل نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو شرح معانی الآثار ، کتاب الطہارۃ ، باب نمبر ، کیا شرمگاہ چھونے سے وضو واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ ج بص ،مگر حیرت ہے امام بیہقی علیہ الرحمہ پر کہ آپ اپنی تصنیف کتاب المعرفۃ میں اس مسئلہ کو ذکر کرتے ہیں ، پھر جب ان سے امام طحاوی کے دلائل کا جواب نہ بن سکا تو فقط اتنا فرمایا : ان علم الحدیث لم یکن من صناعتہ یعنی علم حدیث امام طحاوی کا فن نہیں تھا، لیکن محققین جانتے ہیں کہ امام بیہقی کے اس بے دلیل قول کا کوئی وزن نہیں ہے، جبکہ امام طحاوی محققین کی نظر میں ایک زبردست محدث ہیں ، جیسا کہ گذشتہ صفحات میں مذکور ہوا۔

بعض فقہاء کے نزدیک مس ذکر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جس حدیث سے یہ حکم ثابت ہوتا ہے امام طحاوی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ بسرہ بنت صفوان سے روایت کرتے ہیں :

انها سمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم يأمر بالوضوء من مس الفرج.

امام طحاوی اس حدیث پاک کو زہری کی روایت سے مفصلا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور

ﷺ نے فرمایا ہے مس ذکر سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔ جب عروہ نے مروان سے اس مسئلہ میں موافقت نہیں کی تو مروان نے اپنا ایک سپاہی بھیج کر بسرہ سے اس حدیث کی تصدیق کرائی۔ امام طحاوی فرماتے ہیں جب عروہ کے نزدیک خود مروان کی روایت حجت نہ تھی تو اس کے سپاہی کی روایت اس کے نزدیک کس طرح معتبر ہوگی۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ ربیعہ نے اس حدیث کو سن کر کہا کہ ذکر، خون یا حیض کی طرح نجس نہیں ہے اور جب خون یا حیض میں ہاتھ دینے سے وضو نہیں ٹوٹتا تو مس ذکر سے وضو کس طرح ٹوٹ سکتا ہے۔ اس کے بعد مس ذکر سے وضوٹوٹنے کے بارے میں ایک اور حدیث روایت کرتے ہیں: حدثنا یونس قال ثنا ابن وهب قال حدثنی سعید بن عبد الرحمن الجمحی عن هشام بن عروة عن أبيه عن بسرة عن النبی صلی الله علیه و سلم قال: إذا مس أحدكم ذكره فلا يصلين حتى يتوضأ اس حدیث کی سند پر جرح کرتے ہوئے امام طحاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہشام بن عروہ کا اپنے والد عروہ سے سماع ثابت نہیں ہے، دراصل یہ روایت انہوں نے ابوبکر سے سنی ہے اور تدلیس کر کے اپنے والد عروہ سے سماع ظاہر کیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک اور سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے: حدثنا محمد بن الحجاج وربيع المؤذن قالا ثنا أسد قال ثنا ابن لهيعة قال ثنا أبو الأسود أنه سمع عروة يذكر عن بسرة عن النبی صلی الله علیه و سلم اس سند پر گفتگو کرتے ہوئے امام طحاوی فرماتے ہیں جو فقہاء اور محدثین مس ذکر سے وضو کے قائل ہیں اس کے نزدیک بھی ابن لہیعہ قابل استدلال نہیں ہے کیونکہ دوسری جگہ وہ اس کی روایت کا اعتبار نہیں کرتے۔ پھر ایک اور سند سے روایت کرتے ہیں: حدثنا علی بن معبد قال ثنا يعقوب بن إبراهيم بن سعد قال ثنا أبی عن بن إسحاق قال حدثنی محمد بن مسلم بن عبيد الله بن عبد الله بن شهاب عن عروة بن الزبير عن زيد بن خالد قال سمعت رسول الله صلی الله علیه و سلم يقول: من مس فرجه فليتوضأ۔

اس سند پر گفتگو کرتے ہوئے امام طحاوی فرماتے ہیں کہ مخالفین کے نزدیک یہ بھی مسلم ہے کہ جب محمد بن اسحاق دوسرے راویوں کی مخالفت کرے تو اس کی روایت کا اعتبار نہیں ہوتا اور نہ ہی حالت انفراد میں اس کی روایت قابل قبول ہے۔ نیز فرماتے ہیں کہ یہاں نفس حدیث ہی منکر ہے بلکہ غلط ہے کیونکہ مروان نے جب عروہ سے یہ مسئلہ پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مس ذکر سے وضو نہیں ٹوٹتا تب مروان نے بسرہ کی یہ روایت بیان کی کہ مس ذکر سے وضو لازم ہے، عروہ نے کہا کہ تم نے بسرہ سے نہیں سنا۔ یہ واقعہ زید بن خالد کی موت کے کافی عرصہ بعد پیش آیا ہے۔ پس کیونکر یہ ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث زید بن خالد سے مروی ہوتی اور عروہ اس کا انکار کرتے۔ بعد ازاں امام طحاوی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو عمر بن شریح، صدقہ بن عبداللہ اور علاء بن سلیمان کی تین مختلف اسانید سے روایت کیا ہے پھر ان روایات پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان اسانید میں ضعیف راوی ہیں، نیز وہ مخالفین کے نزدیک بھی ناقابل اعتبار ہیں، علاوہ ازیں فی نفسہ یہ روایات منکر ہیں۔ اس طرح امام طحاوی علیہ الرحمہ نے اپنی بصیرت سے رواۃ کے حالات پر کلام کیا ہے۔

(۱۲) نظر صحیح: امام طحاوی کا یہ طریقہ بھی ہے کہ آپ ہر باب میں اپنے مختار کو احادیث صحیحہ سے ثابت کرنے کے بعد دلائل

عقلیہ اور نظر صحیح سے اس کو ثابت کرتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ سر پر مسح کرنے کی مقدار میں ائمہ کا اختلاف رہا ہے۔ امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ پورے سر کا مسح فرض ہے اور امام اعظم کا مسلک یہ ہے کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔ امام اعظم کے مسلک پر احادیث سے دلائل دینے کے بعد امام طحاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں وضو میں بعض اعضاء یعنی چہرہ اور ہاتھ پیر بالاتفاق دھوئے جاتے ہیں اور سر پر بالاتفاق مسح کیا جاتا ہے البتہ مقدار میں اختلاف ہے احناف کے نزدیک سر کے بعض کا اور مالکیہ کے نزدیک کل کا مسح فرض ہے اور جب ہم نے مسح کی ایک نظیر تلاش کی تو ہم نے یہ دیکھا کہ جب پیروں پر موزے پہنے ہوئے ہوں تو ان پر مسح جائز ہے اور سب کا اتفاق ہے کہ موزوں کے کل پر مسح نہیں ہوتا بلکہ بعض پر مسح ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ مسح کے باب میں اصل متفق علیہ مسئلہ یہ ہے کہ بعض پر مسح ہو۔ لہذا سر کے بھی بعض حصہ پر مسح فرض ہونا چاہیے۔

(۱۳) استدراک: نظر صحیح کی بحث میں امام طحاوی علیہ الرحمہ بعض اوقات مخالف کی نظر فاسد کا بھی جواب ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً روافض کا مسلک یہ ہے کہ وضو میں پیروں کو دھونے کے بجائے ان پر مسح کرنا چاہیے۔ اُن کی دلیل یہ ہے کہ جن اعضا کو دھویا جاتا ہے ان اعضاء پر تیمم میں مسح کیا جاتا ہے اور جن اعضاء پر وضو میں مسح کیا جاتا ہے تیمم میں وہ اعضاء اصلاً ساقط ہیں اور جبکہ بالاتفاق تیمم میں پیروں کا مسح ساقط ہے تو معلوم ہوا کہ وضو میں ان پر مسح ہے کیونکہ وضو میں اگر ان کے دھونے کا حکم ہوتا تو تیمم میں ان پر مسح ہوتا۔ اس کے جواب میں امام طحاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ تیمم جس طرح وضو کا نائب ہے اسی طرح غسل کا بھی نائب ہے اس بنا پر لازم آئے گا کہ تیمم میں جن اعضا کو چھوڑ دیا جاتا ہے غسل میں ان تمام اعضاء کا مسح کیا جائے لہذا غسل میں تمام بدن کو دھونا فرض نہیں رہے گا بلکہ ضروری ہوگا کہ چہرہ اور ہاتھوں کو دھوکر باقی بدن پر مسح کیا جائے اور جبکہ یہ بداہۃً باطل ہے تو معلوم ہوا کہ مخالف نے جس نظر سے استدلال کیا وہ فاسد ہے۔ ملاحظہ ہو شرح معانی الآثار، باب آیت کریمہ ﴿وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ﴾ کا مفہوم۔

(۱۴) احکام حدیث کے ناسخ و منسوخ کو ذکر کرنا۔

(۱۵) آیات قرآنیہ کی تفسیر بیان کرنا۔

(۱۶) تمام احادیث اپنی سند سے ذکر کرنا۔

(۱۷) اکثر اپنے مقابل کی رائے کو پہلے ذکر کرنا پھر احناف کے مؤقف کی وضاحت کرنا۔

(۱۸) رواۃ کا مکمل نام، نسب، کنیت اور علمی مکانت کو ذکر کرنا۔

(۱۹) کہیں کہیں مکمل ادب و احترام کے ساتھ احناف کے مؤقف سے اختلاف کرنا۔

شرح معانی الآثار کا مقام اُمہاتِ کُتبِ احادیث میں

ہم جانتے ہیں کہ دیگر محدثین نے اگرچہ جمع احادیث کا ایک مقصد بیان احکام بھی پیش نظر رکھا، اور اس کیلئے باقاعدہ عنوانات قائم کر کے احادیث جمع کیں، جیسا کہ "صحاح ستہ" کی اکثر کتب میں ہے، لیکن فقاہت حدیث سے عاری ہونے کی وجہ

سے اکثر کتب نہ صرف یہ کہ اپنے استدلالات پر ناتمام ہیں بلکہ ایک عنوان کے تحت متعارض روایات لانے کی وجہ سے احادیث میں مخالفت باہمی کا بھی مرتع بن گئی ہیں۔ جنہیں تحقیق و ترجیح وغیرہ کے مراحل سے کوئی عالی دماغ فقیہ ہی گزار سکتا ہے۔ بعض کتب حدیث نے احادیث کے معمول بہ ہونے کا بھی کچھ لحاظ کیا مگر وہ بھی اس باب میں معتد بہ نفع سے خالی اور رفع تعارض میں نہایت ناکافی ہے۔ ذیل میں ہم امہات کتب میں سے بعض کے ساتھ "شرح معانی الآثار" کی اس امتیازی شان کا مختصر سا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہیں جو ہماری اس بات کی مزید توضیح پیش کرے گا:

صحیح بخاری

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی اگرچہ اپنی صحیح میں فقط جمع احادیث ہی کا ارادہ نہیں فرمایا بلکہ صحیح احادیث جمع کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا مطمح نظر ان احادیث سے استنباط احکام بھی رہا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ترجمہ باب بطور دعویٰ ذکر کرکے اس کی دلیل کے طور احادیث لاتے ہیں۔ پھر اسی حدیث کے بعض حصے سے دوسری جگہ استدلال کرتے ہیں اور ایک اور حکم ثابت کرتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ عبدالمحسن العباد صحیح بخاری کی مکررات کی غرض بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

تاہم روایات کے تعارض اور ناسخ ومنسوخ کے اختلاط اور فقہی نظر کے فقدان نے ان کے استدلالات کو کثیر مقامات پر کمزور بلکہ غلط ثابت کر دکھایا ہے۔ جیسا کہ رفع یدین کی متعارض روایات اور کتے کے جوٹھے کی طہارت وغیرہ احکام پر خود ساختہ غلط استدلالات وغیرہ۔ امام طحاوی اپنی مذکورہ کتاب میں محدثین کی ایسی ہی خامیوں کا اپنی محدثانہ وفقیہانہ شان سے ازالہ کرتے ہیں۔(۱۴)

صحیح مسلم

امام مسلم کی کتاب کا بنیادی مقصد بھی صحیح احادیث جمع کرنے کے ساتھ استنباط احکام پیش نظر رہا جیسا کہ خود "صحیح مسلم" کے مقدمہ کی ابتداء میں بیان فرماتے ہیں: "مجھے میرے بعض تلامذہ نے درخواست کی کہ میں احادیث صحیحہ کا ایک ایسا مجموعہ تیار کروں جس میں بلا تکرار احادیث کو جمع کیا جائے تاکہ استنباط احکام میں آسانی ہو"

لیکن استنباط احکام کیلئے فقط ایک ہی پہلو پیش نظر رکھنا قطعاً ناکافی ہے جب تک کہ امام طحاوی کی طرح ایک مفہوم کی متعارض روایات کے محامل بھی واضح نہ کردیے جائیں۔

محاسن ترمذی

فضائل ترمذی میں ہے: "یہ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی کی سب سے عمدہ تصنیف ہے۔ امام ترمذی نے اسے فقہ حدیث، علل حدیث، حدیث کے راوی میں سے مجروحین کے بیان اور اسے نقل کرنے والوں کی تعدیل پر مشتمل تصنیف کیا ہے"۔(۱۵)

امام ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں: "جس کے گھر میں یہ کتاب ہے گویا اس کے گھر میں ایک بولتا نبی ہے"۔(۱۶)

شیخ الاسلام عبداللہ بن محمد انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ابو عیسیٰ ترمذی کی کتاب بخاری ومسلم کی کتابوں سے زیادہ سودمند ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں سے وہی فائدہ اٹھا سکتا ہے جو معرفت تامہ رکھتا ہوگا، جبکہ یہ ایسی کتاب ہے کہ جس کی احادیث

کی امام ترمذی نے شرح وتبیین کردی ہے جو فقہاء ومحدثین میں سے ہر ایک اس سے مستفید ہوسکتا ہے"۔(۱۷)

امام ابوعیسیٰ ترمذی نے بھی اپنی "جامع" میں بیان احکام پیش نظر رکھا اور اپنے موقف کی مستدل روایات جمع کرنے اور ان کی تحسین (حسن ہونا) بیان کرنے کو بنیادی اہمیت دی، اور اس کے لئے ایک سہل طرز اختیار کی۔ لیکن بسا اوقات ایک ہی باب میں متعارض روایات جمع فرما کر یا فی الباب عن فلاں کے ساتھ متعارض روایات کا حوالہ دے کر معاملہ عدم تحقیق پر چھوڑ دیا۔

قال أبو الفضل محمد بن طاهر المعروف بابن القيسراني رضي الله عنه في كتابه الموسوم بمذاهب الأئمة في تصحيح الحديث قال وأما أبو عيسى رحمه الله فكتابه على أربعة أقسام؛ قسم: صحيح مقطوع به وهو ما وافق فيه البخاري ومسلم وقسم: على شرط أبي داود والنسائي كما بينا وقسم: أخرجه للضدية وأبان علته وقسم: رابع أبان عنه فقال ما أخرجت في كتابي إلا حديثا قد عمل به بعض الفقهاء وهذا شرط واسع فإن على هذا الأصل كل حديث احتج به محتج أو عمل بموجبه عامل أخرجه سواء إن صح طريقه أو لم يصح طريقه وقد زاح عن نفسه الكلام فإنه شفى في تصنيفه لكتابه وتكلم على كل حديث بما فيه فكان من طريقته أن يترجم الباب الذي فيه حديث مشهور عن صحابي قد صح الطريق إليه وأخرج من حديثه في الكتب الصحاح فيورد في الباب ذلك الحكم من حديث صحابي آخر لم يخرجوه من حديثه ولا يكون الطريق إليه كالطريق إلى الأول إلا أن الحكم صحيح ثم يتبعه بأن يقول وفي الباب عن فلان وفلان ويعد جماعة منهم الصحابي والأكثر الذي أخرجا ذلك الحكم من حديثه وقل ما يسلك هذه الطريقة إلا في أبواب معدودة.(۱۸)

امام ترمذی کی کتاب میں نامناسب جانبداری وقدرے تعصب کی رمق بھی پائی جاتی ہے۔ احناف کو اہل الرائے کہہ کر یاد فرماتے اور پوری کتاب میں امام اعظم ابوحنیفہ جیسے عظیم محدث وفقیہ کو نام کے بجائے فقط بعض اہل کوفہ کے ساتھ مذکور کیا، اور صرف چار مرتبہ ان کا نام ذکر کیا، اور ان کے موقف پر غیر تام وجوہات کے ساتھ دوسرے موقف کو ترجیح دی۔ جبکہ امام طحاوی پوری دیانت داری وغیر جانبداری سے محدثانہ شان کے ساتھ امام اعظم واحناف کے مذہب کی قوت ثابت کرنے میں کہیں بھی ایسی لغزشوں کا شکار نہیں ہوئے۔

سنن نسائی

امام نسائی کی کتاب بھی فقہی عنوانات کا احاطہ کرتے ہوئے جمع وبر صحیح احادیث کرتی ہے، اگرچہ اس میں کچھ احادیث معلول ہیں مگر ان کی علتوں کا بیان کر کے اس سے استدلال کی حیثیت واضح کردی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن رشد بیان کرتے ہیں:

"امام نسائی کی کتاب "سنن" میں تصنیف کے لحاظ سے زیادہ مبدع اور زیادہ حسین ہے، اور ان کی کتاب امام بخاری اور امام مسلم کی

کتابوں سے زیادہ جامع ہے اور اس میں بیان علل کا اضافہ ہے"(۱۹)

ابن صلاح فرماتے ہیں: "احمد بن محبوب رملی نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام نسائی سے سنا ہے کہ جب میں نے "سنن" کو جمع کرنے کا ارادہ کیا تو جن شیوخ کے متعلق میرے دل میں تردد تھا ان کے بارے میں نے استخارہ کیا اور استخارے کے بعد میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں انہیں ترک کردوں"۔(۲۰)

مگر دیگر صحیح احادیث سے تعارض کے رفع، اور ناسخ ومنسوخ کی وضاحت وغیرہ اہم امور تشنہ طلب ہیں جن کے بغیر استدلال کمال ناتمام ہے۔

سنن ابوداؤد

علامہ سخاوی علامہ خطابی سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "علم دین میں "سنن ابوداؤد" کی مثل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔ اس میں ان صحیحین سے زیادہ احسن فقہی احکام ہیں"

امام ابوداؤد کا قول (جس حدیث میں شدید ضعف ہو میں اس کا بیان کر دیتا ہوں۔) نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جس میں ضعف شدید نہ ہو اسے وہ بیان نہیں کرتے۔" اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے آگے رقم طراز ہیں: "وہ حدیث ضعیف اس وقت روایت کرتے ہیں جب اس باب میں اس کے سوا اور کوئی روایت نہ ہو، کیونکہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث لوگوں (مجتہد حضرات) کی رائے سے زیادہ قوی ہے"۔(۲۱)

اسی زعم میں امام داؤد شدید ضعیف حتی کہ منکر روایات تک بیان فرما گئے ہیں اور اس کا ضعف بیان بھی نہیں کیا۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس بارے میں وضاحت سے بیان فرمایا ہے۔(۲۲)

جبکہ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں بخوبی واضح کر دیا ہے کہ جن پر اہل الرائے کا طعن کیا جاتا ہے ان کا مذہب تمام مذاہب سے بڑھ کر مؤید با حادیث ہے۔

شرح معانی الآثار

تمام امہات کتب حدیث میں امام طحاوی کا طرز سب سے منفرد اور مفید ہے۔ ان کی کتاب کا بنیادی مقصد جہاں تعارض احادیث کے وہم کا قلع قمع کرنا اور ان کے درست محامل بیان کرنا ہے، جیسا کہ انہوں نے اپنی تصنیف کا نام ہی "شرح معانی الآثار" رکھا، اور احادیث وآثار صحابہ کے معانی میں فی الحقیقت یا بظاہر جو باہمی تعارض ہے ان کی شرح اور وضاحت کے ساتھ اسے دور کر دیا، وہاں ان کا ایک عظیم مقصد بعض متعصب محدثین کی پیدا کردہ اس غلط فہمی کو دور کرنا بھی ہے کہ احناف محض رائے سے کام لیتے ہیں اور ان کا مذہب حدیث سے مستند نہیں۔

وہ ایک باب کے تحت پہلے اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث روایت کرتے ہیں پھر اس حدیث کا بعض لوگوں کا مستدل ہونا بیان کر کے اس کی دیگر مؤیدات لاتے ہیں۔ پھر دوسرے بعض لوگ جو ان کے مخالف احادیث سے استدلال کرتے ہیں ان کا موقف ذکر کرتے ہیں۔ آخر میں دونوں قسم کی حدیثوں کا الگ الگ محمل بیان کر کے تعارض دور کرتے ہیں یا پہلی حدیث ضعیف ہو تو

اس کا ضعف ظاہر کر کے دوسری کی قوت و قابلیت استدلال کے بیان کے ساتھ ترجیح ذکر کرتے ہیں۔ یا دوسری کا ناسخ اور پہلی کا منسوخ ہونا واضح کرتے ہیں۔ یوں اس طرح وہ محدثانہ انداز میں مذہب احناف کی تقویت بیان کرتے ہیں۔ نیز ہر بحث کے آخر میں احناف کے مذہب کی تائید میں عقلی دلیل بھی پیش کرتے ہیں۔

اس کے باوجود بعض محدثین شاید مذہب احناف سے کچھ کدورت رکھنے کے بناپر امام طحاوی کی ایسے اعلیٰ طرز پر خدمت حدیث کا انتہائی غیر ذمہ دارانہ انداز میں بے دلیل نقطہ یہ کہہ کر انکار کرتے ہیں کہ حدیث امام طحاوی کا میدان نہیں ہے۔ حالانکہ امام طحاوی کی ''شرح معانی الآثار'' دیکھ کر امام طحاوی کا شان محدثانہ ان سے بہت بلند نظر آتی ہے۔

نتیجۂ بحث

الحمد للہ تعالیٰ علی احسانہ گذشتہ صفحات میں جو کچھ مختلف مستند و معتبر کتب کے حوالہ سے امام طحاوی اور آپ کی تصنیف ''شرح معانی الآثار'' کے بارے لکھا گیا ہے اس تمام گفتگو سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ کتب احادیث میں ترتیب و تنظیم، قوت استدلال، عقلی و نقلی دلائل، اصول تحقیق کے عین مطابق، کثرت طرق، جرح و تعدیل، ترجیح و تضعیف اور اصول روایت و درایت وغیرہ جیسی عمدہ خصوصیات کے اعتبار سے یہی حدیث اگر کوئی تصنیف ہے تو وہ شرح معانی الآثار ہے کہ یہ بیک وقت متن بھی ہے اور اس کی عمدہ شرح بھی، اسی لیے ابو سعید بن یونس نے تاریخ علماء مصر میں لکھا کہ آپ صاحب ثقاہت اور صاحب فقہ تھے، آپ کے بعد کوئی آپ جیسا نہیں ہوا۔ اور حافظ ابن عبدالبر مالکی جیسی عظیم شخصیت نے کہا کہ طحاوی حنفی المذہب ہونے کے باوجود تمام فقہی مذاہب پر نظر رکھتے تھے امام سیوطی شافعی نے فرمایا کہ آپ امام، علامہ، حافظ، صاحب تصانیف، ثقہ ثبت، فقیہ ہیں، آپ کے بعد آپ جیسا کوئی دوسرا نہ ہوا۔ نیز علامہ اتقانی نے فخر سے کہا کہ جو شخص طحاوی کی علمی مہارت کا اندازہ کرنا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ وہ شرح معانی الآثار کا مطالعہ کرے، مسلک حنفی تو الگ رہا کسی مذہب سے بھی اس کتاب کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی اور آج تک کوئی بھی پیش نہ کر سکا۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۸۰۹، ایچ ایم سعید، کمپنی ادب منزل پاکستان چوک، کراچی۔

۲۔ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۸۰۹، ایچ ایم سعید، کمپنی ادب منزل پاکستان چوک، کراچی۔

۳۔ خیر الدین زرکلی، الاعلام، ج، ص، دار العلم للملایین۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، لسان المیزان، ج ۱، ص ۲۱۵، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان۔

۴۔ عینی احمد حسن سورتی، ترجمہ امام طحاوی علی شرح معانی الآثار، ج ۱، ص ۱۲، مکتبہ حقانیہ ملتان پاکستان۔

۵۔ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۸۰۹، ایچ ایم سعید، کمپنی ادب منزل پاکستان چوک، کراچی۔

۶۔ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۸۰۹، ایچ ایم سعید، کمپنی ادب منزل پاکستان چوک، کراچی۔

۷۔ عبدالعزیز پرہاروی، نبراس شرح شرح العقائد النسفیہ، ص ۷۰، مکتبہ حقانیہ محلہ جنگی پشاور۔ = فقیر محمد جہلمی، حدائق حنفیہ، ص ۱۹۵۔

۸۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، لسان المیزان، ج ۱، ص ۲۱۸۔۲۲۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان۔

۹۔ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تذکرۃ الحفاظ، ج ۳، ص ۸۱۰، ایچ ایم سعید، کمپنی ادب منزل پاکستان چوک، کراچی۔

۱۰۔ ابو محمد عبد القادر، متوفی ۶۹۶ھ، الجواہر المضیۃ، ج ۱، ص ۱۰۲-۱۰۵، میر محمد کتب خانہ، کراچی۔ = تقدیم محمد اعظمی، حدائق حنفیہ، ص۔ = مولوی عبد الحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۴ھ، الفوائد البہیۃ، ص ۲۲-۲۵، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، گارڈن ایسٹ، کراچی۔

۱۱۔ حاجی خلیفہ، متوفی ۱۰۶۷ھ، کشف الظنون، ج ۲، ص ۱۶۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان۔

۱۲۔ ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی، شرح معانی الآثار، ج ۱، ص ۲۵، مکتبہ حقانیہ ملتان۔

۱۳۔ العباد، الشیخ عبد المحسن، الامام البخاری وکتابہ الجامع الصحیح، ج ۱، ص ۱۷، مکتبہ شاملہ۔

۱۴۔ [illegible] بن محمد، فضائل الکتاب الجامع لابی عیسیٰ الترمذی، ص ۳۰، عالم الکتب، مکتبۃ النہضۃ العربیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۰۹ھ، تحقیق: صبحی السامرائی۔

۱۵۔ ایضاً، ص [illegible]۔

۱۶۔ ایضاً، ص ۳۳۔

۱۷۔ ایضاً، ص ۳۳-۳۴۔

۱۸۔ عسقلانی، حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر، النکت علی کتاب ابن الصلاح، ج ۱، ص ۲۸۲، احیاء التراث الاسلامی، المدینۃ المنورۃ، ۱۴۰۴ھ۔

۱۹۔ شہرزوری، حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن معروف بابن الصلاح، علوم الحدیث، ص ۳۶، مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ، ۱۳۸۶ھ۔

۲۰۔ [illegible]، حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر، النکت علی کتاب ابن الصلاح، ج ۱، ص ۲۳۶، احیاء التراث الاسلامی، المدینۃ المنورۃ، ۱۴۰۴ھ۔

۲۱۔ ایضاً، ص ۲۳۸۔

۲۲۔ حاجی خلیفہ، متوفی ۱۰۶۷ھ، کشف الظنون، ج ۲، ص ۱۶۸۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان۔

ماخذ ومراجع

۱۔ شرح معانی الآثار، ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی، مکتبہ حقانیہ ملتان پاکستان، س ن اشاعت ندارد۔

۲۔ نخب الافکار فی تنقیح مبانی الاخبار فی شرح شرح معانی الآثار، بدر الدین محمود بن احمد عینی، تحقیق وتخریج: سید ارشد مدنی، مطبعہ: الوقف المدنی الخیری دیوبند الہند، س ن اشاعت ندارد۔

۳۔ مغانی الاخیار فی شرح اسامی رجال معانی الآثار، بدر الدین محمود بن احمد عینی، تحقیق: محمد حسن محمد حسن اسماعیل، مطبعہ: دار الکتب العلمیہ، طبع اول 2009ء۔

۴۔ تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار، تحقیق وترتیب: ابو الحسین خالد محمود الرباط، دار بلنسیۃ للنشر والتوزیع، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، الریاض، طبع اول ۱۴۲۰ھ۔

۵۔ شرح مشکل الآثار، تحقیق وتخریج: شعیب الارنؤوط، مطبع مؤسسۃ الرسالۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، طبع دوم ۱۴۲۷ھ، (ج ۱، ص ۳۵-۸۰)۔

۶۔ لسان المیزان، حافظ ابن حجر عسقلانی، متوفی 852ھ، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، طبع اول ھ۔

۷۔ الجواہر المضیۃ، ابو محمد عبد القادر، متوفی 696ھ، میر محمد کتب خانہ کراچی، س ن اشاعت ندارد۔

۸۔ الفوائد البہیۃ، مولوی عبد الحی لکھنوی، متوفی 1304ھ، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، گارڈن ایسٹ، کراچی، طبع اول ھ۔

۹۔ تذکرۃ الحفاظ، ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ھ، ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان چوک، کراچی، س ن اشاعت ندارد۔

۱۰۔ بستان المحدثین، شاہ عبد العزیز دہلوی، متوفی 1229ھ، مکتبہ حقانیہ محلہ جنگی پشاور، س ن اشاعت ندارد۔

۱۱۔ نبراس شرح شرح العقائد، علامہ عبد العزیز پرہاروی، مکتبہ حقانیہ محلہ جنگی پشاور، س ن اشاعت ندارد۔

۱۲۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ، متوفی 1067ھ، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، طبع اول ھ۔

۱۳۔ سیر أعلام النبلاء، ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ھ، دار الفکر بیروت، لبنان طبع اول ھ۔

۱۴۔ معجم المؤلفین، عمر رضا کحالہ، مؤسسۃ الرسالہ بیروت، طبع اول ھ۔

۱۵۔ البدایۃ والنہایۃ، ابو الفداء اسماعیل بن کثیر دمشقی متوفی ھ، دار الفکر بیروت، لبنان طبع دوم ھ۔

۱۶۔ الاعلام، خیر الدین زرکلی، دار العلم للملایین، طبع دہم، زرکلی۔

۱۷۔ الامام البخاری وکتابہ الجامع الصحیح، العلامۃ الشیخ عبد المحسن، مکتبہ شاملہ، سن اشاعت ندارد۔

۱۸۔ فضائل الکتاب الجامع لابی عیسیٰ الترمذی، ابو سعد ... بن محمد سالم، الکتب العلمیۃ، بیروت الطبعۃ الاولیٰ 1409ھ، تحقیق ... الاسلامیہ۔

۱۹۔ النکت علی کتاب ابن الصلاح، عسقلانی، حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر، احیاء التراث الاسلامی، المدینۃ المنورۃ۔

۲۰۔ علوم الحدیث، بتحریر حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن المعروف بابن الصلاح، مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ، 1386ھ۔

خواتین کے عصری مسائل پر مشتمل

ڈاکٹر شکیل اوج کی اہم کتاب

نسائیات

(چند فکری و نظری مباحث)

اس کتاب کے موضوعات یہ ہیں:

(۱) نکاح و طلاق میں زوجین کے حقوق کا تعین، (۲) کم سنی کی شادی، بچوں سے زیادتی، (۳) پسند کی شادی، ایک سماجی ضرورت، (۴) جہیز، ایک معاشرتی ناسور، (۵) تعدد ازدواج کے قرآنی دلائل، (۶) کیا سیاہ ریڑی جائز ہے؟، (۷) بیواؤں کی شادی کا مسئلہ، (۸) زوجین اور سوت، دو متقابل اصطلاحیں، (۹) مسیحیں اہل کتاب سے مسلم عورتوں کا نکاح، (۱۰) حلالہ مروجہ اور قرآنی حلالہ کے درمیان فرق، (۱۱) خلع اور فسخ نکاح میں عدالت کا کردار، (۱۲) تفویض طلاق، ایک اہم عائلی مسئلہ، (۱۳) طلاق بدعت کے قرآنی و اجتہادی مسائل، (۱۴) باندیوں سے تمتع یا نکاح؟، (۱۵) حق حضانت، ایک قانونی و معاشرتی مسئلہ، (۱۶) نصاب شہادت اور عورتوں کی گواہی کی حقیقت، (۱۷) عورتوں کا کھلے چہروں کے ساتھ بیرون خانہ زندگی میں کردار، (۱۸) نیل پالش کے ساتھ وضو کے جواز کا مسئلہ، (۱۹) مہر کے قرآنی مسائل و احکام، (۲۰) اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات (2008ء) پر چند گزارشات

فیکلٹی آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ کراچی

صفحات:306 قیمت:500